e-Contents

Presented by Dr. Zarnigar Yasmeen,
Maulana Mazharul Haque Arabic & Persian University,
Patna
Email:zarnigaryasmeen@gmail.com

کلیم عاجز بحیثیت شاعر

(مسلسل.................)

یہ سب الگ الگ غزلوں کے اشعار ہیں اور سبھوں میں غم کے الگ الگ پہلو ہیں۔مثلاً پہلے شعر میں بدلے ہوئے زمانے کا یہ غم ہے کہ لوگ غرض کے بندے ہوگئے ہیں تو آخری میں ظالم حکمرانوں کا یہ ظالمانہ انداز پیش ہوا ہے کہ وہ مہارت سے قتل کرتے ہیں۔موجودہ تناظر میں کلیم عاجزؔ کا یہ شعر بے حد معنی خیز ہے کہ ؎

یہ آنسو بے سبب جاری نہیں ہے
مجھے رونے کی بیماری نہیں ہے

ظاہر ہے کہ آہ وزاری کے متعدد اسباب ہیں جو کلیم عاجزؔ کو مسلسل سلگتے رہنے یا رونے پہ مجبور کرتے ہیں۔وہ احساس کی صلیب پہ روز قتل کرتے ہیں اور ہر دن قتل کا سبب مختلف ہوتا ہے ؎

وہ آئیں قتل کو جب چاہیں میرے
یہاں کس روز تیاری نہیں ہے

یا پھر یہ کہ ؎

جیسے جان نکالو ہو تم ویسا ماہر کوئی نہیں
گردن کاٹ کے رکھ دینا تو ہر ایک قاتل جانے ہے

کلیم عاجزؔ کی غزل گوئی کا ایک اور امتیاز ان کے لہجے کی مٹھاس اور شیرینی ہے۔غم کے جو اسباب ان کے سامنے مسلسل رہے ان سے متاثر ہونے کے باوجود لہجے کو اس قدر مہذب رکھنا کہ احتجاج عام طور پر شکوے کی حد تک بھی نہ پہنچے،ان کا خاص انداز ہے۔ظالم حکمرانوں کے خلاف صدائے احتجاج کا یہ انداز ان کی غزلوں معنویت تا دیر برقرار رکھے گا ؎

رکھنا ہے کہیں پاؤں تو رکھو ہو کہیں پاؤں چلنا ذرا آیا ہے تو اترائے چلو ہو

یہ فتنے جو سب ہر طرف اٹھ رہے ہیں   وہی بیٹھا بیٹھا اشارہ کرے ہے

کلیم عاجز کا منفرد انداز بیان بھی ان کی غزل گوئی کا ایک امتیاز ہے۔ اسے ہم کسی خاص شاعر مثلاً میرؔ کی تقلید نہیں کہہ سکتے۔

زبان، یہ مقامی انداز گفتگو ہے اور سچی بات یہ ہے کہ کلیم عاجزؔ کے یہاں یہ طرز گفتگو میرؔ سے زیادہ ہنرمندی کے ساتھ پیش ہوا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کلیم عاجزؔ نے اردو غزل کے .... میں جس سادگی مگر تاثیر کے ساتھ اپنی باتیں پیش کی ہیں وہ کلاسیکی طرز اظہار کا بہترین نمونہ ہیں اور ان کی غزلوں کے اکثر اشعار کو سہل ممتنع کے درجے تک لے جاتی ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ غلط نہیں ہے کہ

یہ طرز خاص ہے کوئی کہاں سے لائے گا
جو ہم کہیں گے کسی سے کہا نہ جائے گا

اب رہا میرؔ اور کلیم عاجزؔ کی مشابہت کا نکتہ جس کی طرف کئی ناقدین نے اشارہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان دونوں کی مشابہت کا بنیادی سبب وہ حزینہ آہنگ ہے جو درد و غم کی فراوانی سے پیدا ہوا ہے۔ اس کا دوسرا سبب اظہار کا وہ انداز ہے جس پر مقامی طرز بیان کے اثرات ہیں۔ مثال کے طور پر کرو ہو، جاؤ ہو، رکھیو، سنیو، وغیرہ۔ دونوں کے ہی بعض اشعار میں یہ انداز بیان نمایاں ہے۔ ان کے یہاں موضوعات کی یکسانیت یا طرز اظہار کی مشابہت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ میرؔ اور کلیم عاجزؔ دونوں ہی کا عہد ایک تہذیبی و سیاسی انتشار کا عہد تھا اور نت نئی تبدیلیاں زمانے کا مزاج بن چکی تھیں۔

اس پورے تذکرے کا خلاصہ یہی ہے کہ کلیم عاجزؔ کی غزلوں میں جتنے اشارے، کنائے اور استعارے ہیں ان کے پس منظر میں بنیادی غم وہی ہے جو اپنی آبائی بستی کے اجڑنے کا غم ہے مگر انہوں نے آپ بیتی کو نہ صرف جگ بیتی بنا دیا ہے بلکہ اسے آئندہ پیش آنے والے حادثات و واقعات کے غم سے وابستہ کر کے ایک مستقل دردانگیز فضا تخلیق کی ہے جس میں دل کی شکست کا منظر تو ہے مگر حوصلوں کی شکست کا شائبہ تک نہیں۔ ان کے یہاں گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہونے سے بھی آگے بڑھ کر زیر شمشیر بھی قاتل کو دعا دینے کی کیفیت ہے۔ تجربات کی تلخی کے باوجود لب و لہجے کی شائستگی اور مٹھاس ہے۔ یہی ان کی انفرادیت بھی ہے اور مقبولیت کا راز بھی۔

—ڈاکٹر زرنگار یاسمین

تمام شد

❁❁❁